وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو، اور نہ حق کو چھپاؤ جبکہ اصل حقیقت تم اچھی طرح جانتے ہو. (البقرۃ، آیت 42)

جس میں مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی چند عبارات سے متعلق مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کے ایک فتوے کا جائزہ لیا گیا ہے

از قلم

حافظ عُبید اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَلۡبِسُواْ ٱلۡحَقَّ بِٱلۡبَٰطِلِ وَتَكۡتُمُواْ ٱلۡحَقَّ وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ .اور حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو، اور نہ حق کو چھپاؤ جبکہ اصل حقیقت تم اچھی طرح جانتے ہو. (البقرۃ، آیت 42)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

" آیت ولا تلبسوا الحق بالباطل الخ سے ثابت ہوا کہ حق بات کو غلط باتوں کے ساتھ گڈ مڈ کر کے اس طرح پیش کرنا جس سے مخاطب مغالطہ میں پڑ جائے جائز نہیں ہے، اسی طرح کسی خوف یا طمع کی وجہ سے حق بات کو چھپانا بھی حرام ہے، مسئلہ واضح ہے اس میں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں".

(معارف القرآن، جلد 1 صفحہ 208)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے :

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُونُواْ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلۡقِسۡطِۖ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَـَٔانُ قَوۡمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعۡدِلُواْۚ ٱعۡدِلُواْ هُوَ أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوَىٰۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا تَعۡمَلُونَ

(اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے احکام کی پابندی) کے لئے ہر وقت تیار رہو، (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو، اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرو، انصاف سے کام لو، یہی

طریقہ تقویٰ سے قریب تر ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے. المائدہ، آیت 8)

اسی طرح کا مضمون تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ سورۃ النساء میں بھی مذکور ہے.

اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"انسان کو عدل و انصاف سے روکنے اور ظلم و جور میں مبتلا کرنے کے عادتاً دو سبب ہوا کرتے ہیں، ایک اپنے نفس یا اپنے دوستوں، عزیزوں کو طرف داری، دوسرے کسی شخص کی دشمنی و عداوت، سورۂ نساء کی آیت کا روئے سخن پہلے مضمون کی طرف ہے اور سورۂ مائدہ کی اس آیت کا روئے سخن دوسرے مضمون کی طرف ہے........ خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ نساء اور مائدہ کی دونوں آیتوں میں دو چیزوں کی طرف ہدایت ہے، ایک یہ کہ معاملہ خواہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے، عدل و انصاف کے حکم پر قائم رہو، نہ کسی تعلق کی رعایت سے اس میں کمزوری آنی چاہئے، اور نہ کسی دشمنی وعداوت سے، دوسری ہدایت ان دونوں آیتوں میں اس کی بھی ہے کہ سچی شہادت اور حق بات بیان کرنے میں پہلو تہی نہ کی جائے، تا کہ فیصلہ کرنے والوں کو حق اور صحیح فیصلہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئے".

(معارف القرآن، جلد 3 صفحہ 68و69)

اور اگر منصب افتاء پر بیٹھنے والا شخص ایک عالم اور مفتی ہو تو ان دونوں آیتوں میں دی گئی ہدایات اور بھی اہم ہو جاتی ہیں، کیونکہ مفتی اور عالم کی حیثیت بھی قاضی اور جج کی سی ہوتی ہے، اگر وہ حق و باطل کو گڈ مڈ کر دے گا یا اپنے فتوے یا فیصلے میں دوستی اور تعلق یا دشمنی کی بنیاد پر عدل و انصاف نہیں کرے گا تو اس فعل کی سنگینی میں اضافہ ہو جائے گا.

قارئین محترم! واقعہ کچھ یوں ہوا کہ مولانا محمد الیاس گھمن اور ان کے ایک شاگرد رشید نے تلبیس حق و باطل اور کتمان حق کی مثال قائم کرتے ہوئے ایک واردات ڈالی، جس کی تفصیل یہ ہے کہ گھمن صاحب کے "محمد فہد ارشاد" نامی ایک شاگرد کے نام سے پہلے ایک استفتاء مولانا الیاس گھمن کے کے نام لکھوایا گیا، پھر گھمن صاحب نے اس کا تلبیسات سے بھرپور جواب لکھا، اور پھر اسی شاگرد سے دارالعلوم دیوبند کے نام ایک دوسرا استفتاء لکھوایا گیا اور اس استفتاء میں اس شاگرد رشید نے جو فریب کاری اور غلط بیانی کی اس کی تائید کے لئے اپنے استاد سے حاصل کیے گئے فتوے کو بنیاد بنا کر اپنے استفتاء کے ساتھ لگا کر دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کو دھوکا دیا اور انہیں غلط فہمی کا شکار کیا، بس اس مضمون میں استاد و شاگرد دونوں کی اسی "واردات" کی نقاب کشائی مقصود ہے۔

دوستو! واقعہ کچھ یوں ہے کہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم نے اپنے ایک مکتوب میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کو "شرابی و زانی" ثابت کرنے کے لئے چند موضوع و مردود تاریخی روایات سے استدلال کیا تھا، ان کا یہ مکتوب "تجلیات صفدر" کی جلد اول میں شائع کیا گیا، اوکاڑوی صاحب کی مستدلہ انہی روایات میں سے دو عدد روایات کی تحقیق کے لئے ملتان کے ایک صاحب عبدالواجد لطیف نے استفتاء تیار کر کے مختلف اداروں کو بھیجا جن میں دارالافتاء دارالعلوم دیوبند بھی شامل تھا، اس استفتاء میں نہ ہی کسی شخصیت پر کوئی حکم لگوانا مقصود تھا اور نہ ہی کسی کتاب پر، اسی لئے استفتاء میں صرف روایات کو نقل کیا گیا، چنانچہ کئی اداروں سے ان دو روایات کی تحقیق پر مشتمل فتاوی اصادر ہوئے جن میں دارالعلوم دیوبند اور جامعہ دارالعلوم کراچی سرفہرست تھے، تمام جوابات کا لُبِ لباب اور خلاصہ تقریباً ایک جیسا تھا کہ:

"جن دو روایات کے بارے میں سوال کیا گیا ہے یہ موضوع، مردود،

ناقابل استدلال اور ناقابل اعتبار ہیں، اور انہیں صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں صحابی رسول سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن آتا ہے".

استفتاء کی طرح ان فتاویٰ میں بھی نہ کسی مصنف پر کوئی حکم لگایا گیا تھا اور نہ ہی کسی کتاب پر، صرف روایات کے بارے میں تحقیق لکھی گئی تھی.

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ کسی مسئلہ کے بارے میں مفتیان سے سوال کرنے کا یہی طریقہ متعارف ہے کہ سوال یوں کیا جاتا ہے" زید یوں کہتا ہے اور عمرو یوں کہتا ہے، دونوں میں سے کس کا موقف درست ہے؟" یا یوں پوچھا جاتا ہے کہ" ایک شخص نے یوں کہا، یا یوں لکھا، اس نے جو کہا یا لکھا اس کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟" کیونکہ سوال زید و عمرو کے بارے میں نہیں ہوتا بلکہ جو انہوں نے کہا اس مسئلہ کے بارے میں ہوتا ہے، خود مولانا الیاس گھمن صاحب کے شاگرد نے اپنے استاذ کو جو استفتاء لکھا اس میں بھی بات یوں شروع کی ہے کہ:

"ایک شخص کہتا کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نے یزید کے فسق کے حوالے کچھ عبارات نقل کی ہیں، ان میں سے بعض عبارات ایسی ہیں جن سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے".

تو یہاں بھی چونکہ مقصد عبارات کے بارے میں سوال پوچھنا ہے اس لئے بغیر نام لئے" ایک شخص" کی طرف یہ بات منسوب کر کے سوال کیا گیا ہے.

بہر حال! جب یہ فتاویٰ آ گئے تو ایک گروہ نے یہ شور ڈالنا شروع کر دیا کہ مستفتی عبد الواجد لطیف نے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کے خلاف فتویٰ لیا ہے اور اس پر ایک طوفان بند تمیزی بپا کیا گیا کہ جیسے مولانا اوکاڑوی "معصوم عن الخطا والتسامح" ہیں اور ان کی مستدلہ روایات کو موضوع و مردود اور طعن صحابہ پر مشتمل کہنا درست نہیں.

پھر ان فتاویٰ میں پیش کردہ تحقیق کے برخلاف، کچھ "مناظرین اسلام" کہلانے والے لوگ میدان میں آئے جنہوں نے زیر بحث تاریخی روایات کے بارے میں بھانت بھانت کی تحقیقات پیش کرنا شروع کیں :

(1) ایک صاحب نے ان دو روایات میں سے ایک (موضوع) روایت کے بارے میں لکھا کہ "اس روایت کا ایک حصہ جس کا تعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہے وہ صحیح نہیں لیکن اس کا دوسرا حصہ جس میں یزید کے شرابی ہونے کا بیان ہے وہ صحیح ہے" (جبکہ روایت ایک ہی ہے اور راوی بھی وہی ہیں).

(2) کچھ لوگوں نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے یہ موقف اپنایا کہ یہ دونوں روایات صحیح ہیں، اور اوکاڑوی صاحب کا مقصد ان کے نقل کرنے سے یزید کو شرابی وغیرہ ثابت کرنا تھا، ان کی غرض کسی صحابی کی تنقیص کی نہ تھی، اس لئے ان روایات سے استدلال کرنے سے کسی صحابی کی تنقیص نہیں نکلتی.

(3) ایک شیخ الحدیث صاحب نے تو ان روایات میں سے ایک موضوع روایت کے بارے میں لکھا کہ" سنداً اگرچہ یہ صحیح نہیں لیکن معناً یہ روایت صحیح ہے".

(4) اور جو ذرا ان میں سنجیدہ لوگ تھے، اور جانتے تھے کہ ان روایات میں طعن صحابہ بھی پایا جاتا ہے اور یہ روایات نا قابل اعتبار بھی ہیں، انہوں نے چار و ناچار یہ اقرار تو کرلیا کہ یہ روایات نا قابل استدلال بھی ہیں اور ان سے جو بات نکلتی ہے وہ صحابی کے شایان شان نہیں لیکن ساتھ یہ شوشہ چھوڑا کہ" مولانا اوکاڑوی نے یہ روایات صرف اپنے مدمقابل کے سامنے بطور الزامی جواب پیش کی تھیں، ان کا مقصد ان روایات سے استدلال کرنا نہیں تھا اور نہ ہی ان روایات سے نکلنے والے نتیجہ سے وہ متفق اور نہ ہی یہ ان کا نظریہ تھا".

لیکن افسوس کہ کسی نے بھی یہ مختصر بات کہہ کر بات ختم نہ کی کہ :

"مولانا اوکاڑوی سے ان روایات سے استدلال کرنے میں تسامح ہو گیا، وہ ان روایات کی تحقیق نہ کر سکے، اللہ ان کی لغزش معاف فرمائے".

اب چونکہ روایات کی سندی حیثیت کو یہ لوگ چیلنج کر نہیں سکتے تھے اور نہ انہیں صحیح اور قابل استدلال ہی ثابت کیا جا سکتا تھا، کیونکہ دار العلوم دیوبند و دار العلوم کراچی وغیرہ سے ان روایات کے بارے میں مدلل و مفصل تحقیق آ چکی تھی، تو ان لوگوں نے یہ پروپگنڈہ شروع کیا کہ" مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی پر صحابی کی تنقیص کا الزام لگایا ہے اور انہیں زندیق کہا گیا ہے" (جبکہ نہ ہی استفتاء میں اور نہ ہی فتاویٰ میں کسی خاص شخصیت پر کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں لگایا گیا بلکہ ایک عمومی حکم بتایا گیا تھا).

اسی پروپیگنڈے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے مولانا محمد الیاس گھمن اور ان کے شاگرد رشید نے جو واردات ڈالی وہ اس شاگرد سے لکھوا کر دار العلوم دیوبند کو بھیجے گئے ایک استفتاء کے خلاصہ کو پڑھ کر آپ کو معلوم ہو گی، اس استفتاء کا خلاصہ یہ ہے :

(1) مستفتی عبد الواجد لطیف نے مولانا اوکاڑوی کا نام لئے بغیر ان کی چند عبارات دار الافتاء دیوبند بھیجیں.

(2) سائل کے استفتاء کے جواب میں دار العلوم دیوبند سے ایک فتویٰ جاری ہوا جس میں پہلی روایت بیان کرنے والے شخص کے متعلق یہ تصریح کی گئی کہ" اس کو بیان کرنا اور اس سے استدلال کرنا جائز نہیں، اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ (نعوذ باللہ) کاتب وحی رضی اللہ عنہ سے بغض اور عدالت صحابہ کو مجروح کرتا ہے جو انسان کے زندیق ہونے کی علامت ہے.

(3) اس سائل نے دار العلوم دیوبند کے فتویٰ کی بناء پر پاکستان کے کئی مدارس سے فتویٰ لیا اور وہ یہ تمام فتاویٰ ایک کتابی صورت میں شائع کر کے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی

شخصیت کو مجروح کرنا چاہتا ہے۔

(4) مولانا اوکاڑوی نے یہ روایات بطور استدلال نہیں پیش کیں بلکہ مخالفین پر بطور الزام پیش کی ہیں جس کی تفصیل استاذ محترم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کے حالیہ فتویٰ میں موجود ہے، استاذ محترم کے فتویٰ میں حضرت اوکاڑوی کی عبارت کی روشنی میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت اوکاڑوی کی یہ عبارت بطور تحقیق نہیں بلکہ بطور الزام ہے۔

یہ تھا اس استفتاء کا خلاصہ جو مولانا محمد الیاس گھمن کے شاگرد "محمد فہد ارشاد" نے دار العلوم دیوبند کو بھیجا اور ساتھ ہی اپنے استاذ محترم کا پہلے سے لکھا گیا فتویٰ بھی منسلک کیا تا کہ مفتیان دار العلوم دیوبند اس فتوے پر اعتماد کر کے ان باتوں کو سچ سمجھ کر اپنے سابقہ فتوے سے رجوع کریں یا اس پر نظر ثانی کریں۔

چنانچہ ان کا یہ طریقۂ واردات اس حد تک اثر کر گیا کہ دار العلوم دیوبند کے ذمہ داران نے بھی یہ گمان کر لیا کہ واقعی یہی حقیقت ہے کیونکہ ان کے خیال میں مولانا الیاس گھمن جیسا آدمی بھلا کیسے غلط بیانی کر سکتا ہے؟ اگر انہوں نے ایسا لکھا ہے تو بات درست ہی ہوگی، عبد الواجد لطیف تو مفتی کیا عالم بھی نہیں لہٰذا گھمن صاحب کی بات درست ہوگی۔

لیکن دار الافتاء دار العلوم دیوبند نے دوسری طرف زیر بحث روایات سے متعلق لکھی گئی اپنی سابقہ تحقیق اور فتویٰ بھی واپس نہیں لیا نہ ہی اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی، بلکہ یہ وضاحت کی کہ ہم نے کسی متعین شخص یا مولانا اوکاڑوی پر فتویٰ نہیں دیا تھا بلکہ ان روایات سے متعلق اصولی بات تحریر کی گئی ہے کہ یہ روایات ثابت نہیں (یوں اوکاڑوی صاحب کی مستدلہ روایات کی حیثیت کے بارے میں دار العلوم دیوبند کا سابقہ فتویٰ تا حال باقی ہے، کیونکہ اس فتوے میں نہ پہلے اوکاڑوی صاحب پر کوئی فتویٰ لگایا گیا تھا اور نہ ہی اوکاڑوی صاحب کی ذات سے متعلق کوئی استفتاء بھیجا گیا تھا فللہ الحمد)۔

تو یہ ہے خلاصہ اس واردات کا جو ڈالی گئی، اور چونکہ اس واردات کی بنیاد مولانا محمد الیاس گھمن کا " تلبیسات " پر مشتمل فتویٰ بنا، اس لئے ہم اس فتوے پر تبصرہ کرنے جارہے ہیں، ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا واقعی مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نے یہ روایات " بطور الزامی جواب " پیش کی تھیں؟.

لیکن اس پہلے گھمن صاحب کے شاگرد کے اوپر نقل کردہ استفتاء پر چند باتیں عرض کرنا ہیں.

اس میں جو یہ لکھا گیا کہ " عبدالواجد لطیف نامی مستفتی نے دارالعلوم دیوبند کے فتوے کی بنیاد پر باقی تمام اداروں سے فتاویٰ حاصل کیے " ، یہ سراسر جھوٹ ہے، کیونکہ دارالعلوم دیوبند سے پہلے دارالعلوم کراچی کا فتویٰ آچکا تھا، حقیقت یہ ہے کہ مستفتی نے اپنا استفتاء بیک وقت متعدد اداروں میں بھیجا تھا، اور ہر ادارے نے اپنا الگ مستقل فتویٰ جاری کیا تھا ان مستقل فتاویٰ میں کسی نے یہ نہیں لکھا کہ " ہم دارالعلوم دیوبند کے فتوے پر اعتماد کرکے اپنا فتویٰ صادر کررہے ہیں " (اگر بات تائیدات کی ہے تو انہیں " تائیدات " ہی کہا جائے گا نہ کہ فتاویٰ).

پھر ان تمام فتاویٰ میں سے کسی ایک فتوے میں بھی مولانا اوکاڑوی کا کوئی ذکر نہیں، لہٰذا شاگرد رشید کی یہ بات بھی صرف ایک " جذباتی بلیک میلنگ " ہی ہے کہ مستفتی یہ فتاویٰ کتابی صورت میں شائع کرکے مولانا اوکاڑوی کی شخصیت کو مجروح کرنا چاہتا ہے.

جہاں تک شاگرد رشید کے اس شوشے کا تعلق ہے کہ " مولانا اوکاڑوی نے یہ روایات بطور استدلال نہیں پیش کیں بلکہ مخالفین پر بطور الزام پیش کی ہیں " ، اس پر تفصیلی کلام شاگرد رشید کے استاذ محترم متکلم اسلام صاحب کے جواب پر تبصرے میں آرہا ہے.

یہ تو تھا شاگرد رشید کی طرف سے دارالعلوم دیوبند کو بھیجا گیا استفتاء اور اس پر

مختصر تبصرہ، اب اسی شاگرد کی طرف سے اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کیے گئے استفتاء اور اس کے جواب میں اس کے استاذ محترم گھمن صاحب کی طرف سے لکھے جانے والے جواب کے اہم نکات اختصار کے ساتھ نقل کیے جاتے ہیں.

استفتاء کا خلاصہ

(1) ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نے یزید کے فسق کے حوالے سے کچھ عبارات نقل کی ہیں ان میں سے بعض عبارات ایسی ہیں جن سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہے (اس کے بعد دو روایات کی طرف مختصر اشارہ کیا ہے).

(2) کیا ایسی عبارات تجلیات صفدر میں ہیں؟

(3) اگر ایسی روایات ہیں تو ان کی حیثیت بھی بتا دیں کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں؟

(4) اگر ایسی روایات موجود ہیں تو حضرت مولانا اوکاڑوی نے انہیں کیوں نقل کیا؟

(5) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق مولانا اوکاڑوی کا موقف کیا تھا؟

(استفتاء کا خلاصہ ختم ہو)

اب اس استفتاء کے جواب میں مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے جو فتویٰ جاری کیا اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں، یہی وہ فتویٰ ہے جس کو بنیاد بنا کر دار العلوم دیوبند کے ذمہ داران کو گمراہ کرنے کی کوشش کی گئی.

گھمن صاحب نے اپنے جواب میں "پہلی بات" کا عنوان دے کر پہلے وہ روایت مکمل عربی میں نقل کی ہے جس کا مفہوم مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کے حوالے سے گھمن صاحب نے ہی یوں بیان کیا ہے:

''یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہؓ کو علم ہوا تو حضرت معاویہؓ نے نرمی سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروّت ختم ہوجائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہوجاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت و عیش میں گزارتے ہیں. علامہ بن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہوجائے تو اس کی پردہ پوشی کرے". (تجلیات صفدر، ج 1 ص 568، 569)

(فتویٰ مولانا الیاس گھمن، صفحہ 3)

یہ عبارت کرنے کے بعد گھمن صاحب لکھتے ہیں کہ :

"اس عبارت میں صرف اتنی بات ہے کہ یزید شراب پیتا تھا، اور نوجوانوں کی والی حرکات کیا کرتا تھا، زنا کی اس میں کوئی بات نہیں".

پھر گھمن صاحب لکھتے ہے کہ :اس عبارت کے بعد حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت کا فائدہ یہ ہوا کہ یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا، ظاہراً کافی حد تک اپنی اصلاح کرلی جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف غزوات میں اسے شرکت کا حکم دیا" (تجلیات صفدر ج 1 ص 569)

(فتویٰ مولانا الیاس گھمن، صفحہ 3)

اس کے بعد گھمن صاحب نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ایک دوسری روایت نقل کی ہے (اس روایت کا نہ عبدالواجد لطیف کے استفتاء میں ذکر ہے اور نہ ہی دارالعلوم دیوبند کے فتوے میں)، گھمن صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے :

"اللہ کی قسم ہم نے یزید کے خلاف علم بغاوت اس لئے بلند کیا کہ ہمیں خدشہ تھا کہ کہیں ہم پہ آسمان سے پتھر نہ برسا دیے جائیں، یزید تو ایسا ہے جو محرمات سے بدکاری کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور نماز کو چھوڑ دیتا ہے".

اس پر گھمن صاحب نے انتہائی ہوشیاری سے صرف اتنا لکھا ہے کہ :

"حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ نے اس فرمان کا مفہوم تجلیات صفدر کی پہلی جلد کے صفحہ 565 پر نقل کیا".

جبکہ اوکاڑوی صاحب نے یہ روایت تجلیات صفدر جلد 1 کے صفحہ 565 پر نہیں بلکہ صفحہ 587 پر ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے :

"خدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اب نہ اٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے بھی صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا".

بہر حال یہ دو روایات نقل کرنے کے بعد گھمن صاحب لکھتے ہیں کہ :

"معترض ان دونوں روایات کو خلط ملط کر کے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ (یزید) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی یہ برے کام کرتا

تھااور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی تھی، لیکن آپ نے سزا کے بجائے یزید سے کہا کہ یہ کام رات کو کرلیا کرو، نعوذ باللہ".

(فتویٰ مولانا الیاس گھمن، صفحہ 4)

اس کے بعد" دوسری بات" کا عنوان قائم کر کے گھمن صاحب لکھتے ہیں :

" اوپر ذکر کی گئی روایت (روایات) سنداً ضعیف اور کمزور ہے (ہیں)، انہیں بطور استدلال پیش کرنا درست نہیں، اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یزید کو حاکم بنانے کا مشورہ دینا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابہ کو ڈرانا دھمکانا، یہ دونوں روایتیں ثابت نہیں، یہ روایتیں تاریخ کی کتاب الکامل فی التاریخ میں بلا سند مذکور ہیں اس لئے قابل استدلال نہیں".

(فتویٰ مولانا الیاس گھمن، صفحہ 5)

اس کے بعد گھمن صاحب نے" تیسری بات" کا عنوان دیا ہے اس بات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ اگر یہ روایات نا قابل استدلال ہیں تو پھر مولانا اوکاڑوی نے انہیں نقل کیوں کیا؟ آپ لکھتے ہیں (خلاصہ) :

" مولانا اوکاڑوی نے یہ تاریخی روایات اپنے خط میں بطور الزام نقل کی ہیں نہ کہ بطور استدلال..... جس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض لوگوں نے چند ضعیف روایات کی بنیاد پر یزید کے فسق کو مختلف فیہ بنانے کی کوشش کی تو حضرت مولانا اوکاڑوی نے ان روایات کو اس بنیاد پر ذکر کیا کہ اگر ضعیف روایات کی بنیاد پر یزید کو اچھا بنانے کی کوشش کرو گے تو پھر روایات میں اس طرح کی باتیں بھی موجود ہیں تو کیا آپ لوگ ایسی روایات کو تسلیم کریں گے؟..... اور یہ بات علم الکلام کے مسلمات میں

سے ہے کہ اگر کوئی بات بطور الزام نقل کی جائے تو اسے نقل کرنے والے کا نظریہ نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ ناقل کے نظریہ کے لئے اس کی تفصیلی عبارات کو دیکھا جاتا ہے.... (پھر گھمن صاحب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اوکاڑوی صاحب کی چند عبارت نقل کر کے لکھا ہے)... ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ نے یہ عبارات بطور الزام نقل کی ہیں نہ کہ بطور استدلال".

(فتویٰ مولانا الیاس گھمن، صفحہ 5و6)

تبصرہ :

آپ نے مولانا الیاس گھمن کے فتوے کے اہم نکات پڑھے، اب آئیے ہم اس پر تبصرہ کرتے ہیں.

سب سے پہلے آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ گھمن صاحب نے اپنی طرف سے ایک عبارت بنا کر مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کی طرف منسوب کردی ہے جبکہ یہ عبارت تجلیات صفدر میں کہیں بھی موجود نہیں، وہ عبارت یہ ہے، گھمن صاحب لکھتے ہیں :

اس عبارت کے بعد حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت کا فائدہ یہ ہوا کہ یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا، ظاہراً کافی حد تک اپنی اصلاح کرلی جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف غزوات میں اسے شرکت کا حکم دیا" (تجلیات صفدر ج 1 ص 569)

(فتویٰ مولانا الیاس گھمن، صفحہ 3)

قارئین محترم! گھمن صاحب نے جس صفحہ کا حوالہ دیا ہے اس میں مولانا اوکاڑوی

نے صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:

"باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنا فسق چھپانے لگا"

انہوں نے ہرگز یہ الفاظ نہیں لکھے کہ" حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت کا فائدہ یہ ہوا کہ یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا، ظاہراً کافی حد تک اپنی اصلاح کرلی جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف غزوات میں اسے شرکت کا حکم دیا"، یہ گھمن صاحب کی صریح تحریف اور تلبیس ہے تا کہ وہ جو دھوکا دینا چاہتے ہیں اس کی راہ ہموار ہو سکے.

ممکن ہے گھمن صاحب کا" سیاق وسباق کی رٹی رٹائی گردان کرنے والا" کوئی شاگرد یہ کہے کہ" استاذ محترم نے یہ اوکاڑوی صاحب کی اس صفحے پر لکھی اگلی بات کا مفہوم بیان کیا ہے" تو اس پر بھی عرض ہے کہ ذرا اس صفحے کو پڑھنے کی زحمت کرلی جائے، اوکاڑوی صاحب نے پہلے وہ روایت پیش کی ہے جس میں یزید کے شرابی ہونے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہونے اور پھر ان کے یزید کو ایسے کام رات کو کرنے کی نصیحت کا ذکر ہے، اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اوکاڑوی صاحب نے بات یہ لکھ کر ختم کردی کہ:

"باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنا فسق چھپانے لگا"

اس کے بعد مولانا اوکاڑوی نے نئی روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"سنہ 49ھ یا 50ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا لشکر بلاد روم میں جہاد کے لئے روانہ کیا جس کا امیر سفیان بن عوف کو مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا مگر یزید نے آپ کا حکم نہ مانا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اسے رہنے دیا، جو لشکر گیا تھا وہ وہاں جا کر

بھوک اور بیماری کا شکار ہو گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد کے لئے مزید لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے یزید کو سختی سے کہا کہ تمہیں سفیان بن قیس کی مدد کے لئے لازمی جانا ہے، اور اس کے ساتھ ایک اور بڑا لشکر کر دیا جس میں حضرات ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری وغیرہم (رضی اللہ عنہم) جیسے صحابہ بھی تھے، چنانچہ یہ لشکر تیزی سے یلغار کرتے ہوئے بلاد روم میں گھستا چلا گیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ جا پہنچا، اس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے (کامل ابن الاثیر، ص 479 ج 2)

(ملخصاً : تجلیات صفدر، جلد 1 صفحہ 569 طبع جدید)

اور غور طلب بات یہ ہے کہ یہ سب نقل کرنے کے بعد مولانا اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں :

"اس حدیث سے علماء اہل سنت نے مسئلہ نکالا ہے کہ فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے ... امام ابو بکر جصاص فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفائے اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جہاد میں شریک ہوتے تھے چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جہاد کیا".

(تجلیات صفدر، جلد 1 صفحہ 570)

تو ان دونوں اقتباسات سے کیا نتیجہ نکلا؟ یہی ناں کہ یزید کا فسق تو سنہ 49ھ/ 50ھ میں بھی سب کے علم میں تھا اسی لئے تو اس سے یہ مسئلے نکالے جا رہے ہیں کہ "فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہو سکتا ہے، صحابہ نے یزید کی معیت میں جہاد کیا تھا"، یعنی وہ تو 49ھ/ 50ھ میں ہی فاسق معلن تھا اور یہ اس کی سرکردگی میں جہاد کرنے والے صحابہ کے علم میں تھا، ظاہر ہے جب ان صحابہ کے علم میں تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ

ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (اوکاڑوی منطق کے مطابق).

جبکہ مولانا الیاس گھمن صاحب نے اپنی طرف سے جو عبارت بنا کر مولانا اوکاڑوی کی طرف منسوب کی ہے اس کا مفہوم بالکل اس کے برعکس ہے، آپ نے یہ عبارت بنائی ہے:

: "حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصیحت کا فائدہ یہ ہوا کہ یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا، ظاہراً کافی حد تک اپنی اصلاح کرلی جس کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مختلف غزوات میں اسے شرکت کا حکم دیا"

اب مولانا اوکاڑوی تو اگلی روایت نقل کرکے یہ مسئلے بتائیں کہ فاسق کی سرکردگی میں جہاد ہوسکتا ہے کیونکہ صحابہ نے بھی یزید کی معیت میں (سنہ 49ھ/50ھ میں) جہاد کیا تھا، یعنی انہیں علم تھا کہ یزید فاسق ہے، اور گھمن صاحب ایسی عبارات ترتیب دیں جن سے یہ سمجھ آتا ہے کہ یزید نے اپنی اصلاح کرلی تھی جس کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے مختلف غزوات میں شرکت کا حکم دیا، سوال یہ ہے کہ اگر اس نے اصلاح کرلی تھی اور (بقول شما) ظاہری طور پر اس نے فسق و فجور ترک کردیا تھا تو پھر اس بات کا کیا مطلب کہ" فاسق کی سرکردگی میں جہاد کیا جاسکتا ہے کیونکہ صحابہ نے یزید کی معیت میں جہاد کیا تھا"؟ ان صحابہ کو کیسے پتہ چلا کہ ہم جس کی امارت میں جہاد کررہے ہیں وہ فاسق ہے؟ اور اگر ان صحابہ کو علم نہیں تھا تو پھر ابوبکر جصاص اور مولانا اوکاڑوی کو کیسے علم ہوا کہ 49ھ/50ھ میں ہی یزید فاسق تھا؟ بہرحال ابھی ہمارا موضوع یہ نہیں، سردست یہ بتانا مقصود ہے کہ مولانا گھمن صاحب نے ایک تو اپنی طرف سے عبارت بنا کر اسے مولانا اوکاڑوی کی طرف غلط منسوب کردیا، اور دوسرا جو عبارت بنائی وہ بھی خود اوکاڑوی صاحب

کی تحریر کے مفہوم کے خلاف بنائی۔

تاہم اہم اور غور طلب بات یہ ہے کہ گھمن صاحب نے بھی (دار العلوم دیوبند اور دار العلوم کراچی کی طرح) یزید کے جوانی میں شراب پینے والی، حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب محرمات سے زنا کرنے والی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یزید کو حاکم بنانے کے مشورے والی تینوں روایات کو "ضعیف اور کمزور" لکھا ہے اور ان کو بطور استدلال پیش کرنا غلط بتایا ہے، اگرچہ یہاں بھی گھمن صاحب نے چالا کی دکھائی ہے کہ پہلی روایت (جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کی شراب نوشی کا علم ہونے پر نصیحت کرنے کا ذکر ہے) کو صرف "ضعیف" لکھا ہے جبکہ وہ "موضوع اور من گھڑت" ہے، "ضعیف" اور "موضوع" کا فرق اہل علم جانتے ہیں۔

لیکن اصل واردات گھمن صاحب نے جو ڈالی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مولانا اوکاڑوی نے یہ روایات صرف "الزامی طور پر" نقل کی ہیں، ان سے استدلال نہیں کیا، اس پر ہم عرض کرتے ہیں گھمن صاحب کا یہ دعویٰ "خلاف حقیقت" بھی ہے اور "خلاف واقعہ" بھی، اس کی تفصیل آگے بیان ہوتی ہے۔

گھمن صاحب سے پہلے مولانا اوکاڑوی کے وکلائے صفائی آج تک یہی شور کرتے رہے ہیں کہ "مولانا اوکاڑوی نے ان روایات سے صرف فسق یزید پر استدلال کیا ہے، ان کا مقصد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص نہیں تھا"، بلکہ ایک مناظر صاحب نے تو یہاں تک شوشہ چھوڑا تھا کہ جس روایت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کی شراب نوشی کا علم ہونے اور اسے ایسے کام رات کو کرنے کی نصیحت کرنے کا ذکر ہے" اس روایت کا پہلا حصہ صحیح نہیں جبکہ دوسرا حصہ صحیح ہے" اور حال ہی میں ایک شیخ الحدیث صاحب نے نئی تحقیق یہ پیش کی ہے کہ اگرچہ یہ روایت سنداً صحیح نہیں لیکن معناً یہ صحیح ہے"۔

تو ان سب کا کیا مطلب تھا؟ یہی ناں کہ مولانا اوکاڑوی نے ان روایات سے واقعی یزید کے شرابی ہونے پر استدلال کیا ہے؟ ورنہ بار بار یہ کیوں کہا گیا کہ "مولانا اوکاڑوی نے اس روایت سے فسق یزید پر استدلال کیا ہے"؟

لیکن گھمن صاحب سرے سے اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ مولانا اوکاڑوی نے ان روایات سے کوئی استدلال کیا ہے (جبکہ حقیقت یہی ہے کہ یہ روایات بطور استدلال ہی پیش کی گئی ہیں نہ کہ بطور الزامی جواب)، یوں گھمن صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں اور اقرار کر رہے ہیں کہ :

"اگر ان روایات سے استدلال کیا جائے تو پھر واقعی ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ پر طعن آتا ہے".

اسی لئے تو وہ لکھتے ہے کہ :

" یہ بات علم الکلام کے مسلمات میں سے ہے کہ اگر کوئی بات بطور الزام نقل کی جائے تو اسے نقل کا نظریہ نہیں قرار دیا جاسکتا.."

یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان روایات سے جو بات اور نظریہ نکلتا ہے وہ قابل اعتراض ہی ہے اسی لئے تو وہ اسے مولانا اوکاڑوی کا نظریہ قرار دینے کا انکار کرتے ہیں.

فتدبروا یاأولی الالباب.

تو یوں ایک بات تو گھمن صاحب کے اس فتوے سے طے ہوگئی کہ ان روایات سے جو مفہوم اور نتیجہ یا نظریہ نکلتا ہے وہ بہرحال تنقیص صحابی پر مشتمل ہے، ورنہ یہ "الزامی" اور "تحقیقی" کے چکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

اب آئیے ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا واقعی مولانا اوکاڑوی نے یہ روایات صرف بطور الزام نقل کی ہیں؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ نہیں، ہرگز نہیں، یہ بات

خلاف حقیقت اس لئے ہے کہ مولانا اوکاڑوی نے ان روایات کو پیش کرنے سے پہلے یا بعد میں اس پورے خط میں کہیں بھی یہ اشارہ تک نہیں کیا کہ" میں بھی ان روایات کو نا قابل استدلال اور غیر مستند سمجھتا ہوں، میں نے یہ روایات اپنے مدمقابل کے جواب میں الزاماً پیش کی ہیں" اگر اوکاڑوی صاحب نے اپنے اس خط میں کہیں ایسا کوئی اشارہ کیا ہے تو وہ پیش کیا جائے.

نیز گھمن صاحب کا یہ دعویٰ خلاف واقعہ بھی ہے، اس کے لئے ہمیں ذرا اس" کھلے خط" کے پس منظر میں جانا ہوگا جس میں مولانا اوکاڑوی نے یہ روایات نقل کی ہیں، ذرا دماغ کو حاضر کر کے پڑھیے گا.

تجلیات صفدر جلد اول میں ہمارے زیر بحث موضوع سے متعلق مولانا اوکاڑوی کا ایک مضمون اور تین عدد" کھلے خط" موجود ہیں، مضمون کا نام ہے" سیدنا حسین رضی اللہ عنہ" جو" تجلیات صفدر طبع امدادیہ" کی جلد 1 کے صفحہ 536 تا 548 پر ہے، اس کے بعد تین کھلے خطوط میں سے پہلا کھلا خط ہے" بنام مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی" جو " تجلیات صفدر طبع امدادیہ" کی جلد اول کے صفحہ 549 تا 562 پر ہے، دوسرا کھلا خط " بنام ابوریحان عبدالغفور" ہے جو صفحہ 563 تا 578 پر ہے، اور تیسرا کھلا خط" مہتمم جامعہ یوسفیہ، ہنگو ضلع کوہاٹ" (مولانا محمد امین اورکزئی رحمہ اللہ) کے نام ہے جو صفحہ 579 سے 594 تک ہے. کتاب میں ان خطوط کی ترتیب اس طرح ہے لیکن حقیقت میں درمیان والا خط (یعنی جو بنام ابوریحان عبدالغفور" ہے) زمانہ کے لحاظ سے وہ سب سے آخری ہے، کیونکہ اس خط میں اوکاڑوی صاحب کے مضمون اور ان کی طرف سے مولوی ضیاء الرحمن صدیقی اور مہتمم جامعہ یوسفیہ کو لکھے گئے دونوں خطوط کا تذکرہ جا بجا ملتا ہے، نیز خود مولانا اوکاڑوی نے اس خط کے جواب میں لکھے گئے کھلے خط کے شروع میں

لکھا ہے کہ :

"معلوم ہوا کہ اس عاجز کے تینوں مضامین جناب نے پڑھے ہیں..."

(تجلیات صفدر، جلد 1 صفحہ 563)

جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مولانا ابو ریحان عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ نے جو خط لکھا تھا اس کی بنیاد ہی اوکاڑوی صاحب کا ایک مضمون اور دو سابقہ خطوط تھے، یوں اوکاڑوی صاحب کو لکھا گیا یہ خط ان کے مضمون اور دو خطوط کے بعد لکھا گیا تھا، تو اصولی طور پر کتاب میں بھی اس خط کے جواب میں اوکاڑوی صاحب کی طرف سے لکھا گیا" کھلا خط" سب سے آخر میں ہی ہونا چاہئے تھا، نہ جانے اسے درمیان میں کیوں رکھا گیا؟ بہر حال میں نے یہ تفصیل اس لئے بیان کی ہے کہ ان تینوں خطوط میں سے اوکاڑوی صاحب نے جو" کھلا خط" مولانا ابو ریحان عبد الغفور کے نام لکھا وہ سب سے آخری ہے اور اسی خط میں مولانا اوکاڑوی نے وہ روایات نقل کی ہیں جو ہماری زیر بحث ہیں، لہٰذا اصولی طور پر اوکاڑوی صاحب کا آخری موقف وہی سمجھا جائے گا جو اس آخری خط میں لکھا گیا، اگر پہلے دونوں خطوط میں کوئی بات انہوں نے ایسے لکھی جو اس آخری خط کی کسی عبارت کے خلاف ہے تو وہ نہیں لی جائے گی بلکہ آخری خط والی بات ہی ان کی آخری رائے سمجھی جائے گی یہ اصولی بات ہے۔

اب یہ معلوم کرنے کا کہ مولانا اوکاڑوی نے زیر بحث روایات بطور" استدلال" پیش کی تھیں یا بطور" الزامی جواب" بہت ہی آسان سا طریقہ یہ ہے کہ جس خط کے جواب میں انہوں نے یہ کھلا خط لکھا، وہ خط پڑھا جائے اور دیکھا جائے کہ کیا واقعی اس خط میں یزید کو اچھا یا عادل ثابت کرنے کے لئے کسی تاریخی روایت سے استدلال کیا گیا تھا جس کے" الزامی جواب" کے طور پر مولانا اوکاڑوی نے اسے شرابی ثابت کرنے کے لئے یہ

روایات پیش کیں؟ ہمارا دعویٰ ہے مولانا محمد الیاس گھمن نے وہ خط نہیں پڑھا، ورنہ ان جیسا ایک سنجیدہ عالم یہ ہوائی بات نہ لکھتا کہ :

"بعض لوگوں نے چند ضعیف روایات کی بنیاد پر یزید کے فسق کو مختلف فیہ بنانے کی کوشش کی تو حضرت مولانا اوکاڑوی نے ان روایات کو اس بنیاد پر ذکر کیا کہ اگر ضعیف روایات کی بنیاد پر یزید کو اچھا بنانے کی کوشش کرو گے تو پھر روایات میں اس طرح کی باتیں بھی موجود ہیں تو کیا آپ لوگ ایسی روایات کو تسلیم کریں گے؟"

گھمن صاحب نے ان "بعض ضعیف روایات" میں سے کوئی ایک بھی پیش نہیں کی اور نہ قیامت تک پیش کر سکتے ہیں، کیونکہ مولانا اوکاڑوی جس خط کا جواب دے رہے ہیں اس خط میں ایسی کسی روایت سے استدلال کیا ہی نہیں گیا تھا.

پھر گھمن صاحب کے بقول "یزید کے فسق کو مختلف فیہ بنانے کے لئے ضعیف روایات پیش کی گئی تھیں" تو اس کے الزامی جواب میں اصولی طور پر ایسی روایات پیش کی جانی چاہیئے تھیں ناں کہ جن سے فسق یزید کا "متفق علیہ" ہونا ثابت ہوتا ہو؟ کیا مولانا اوکاڑوی کی پیش کردہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ خود گھمن صاحب کے مطابق یہ روایات قابل استدلال ہے ہی نہیں، یعنی ان سے تو کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا، تو پھر یہ الزامی جواب بھی درست نہیں بنتا.

یہاں اس بات کی اشارہ ضروری ہے کہ مولانا اوکاڑوی اور ناشران تجلیات صفدر کی دیانت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ جس خط کے جواب میں "کھلا خط" شائع کر رہے ہیں، اس خط کو بھی مکمل نقل کرتے لیکن ایسا نہیں کیا گیا، اس خط کو خفیہ رکھا گیا تا کہ کوئی یہ نہ پڑھ لے کہ اس میں مولانا اوکاڑوی سے کیا سوال کیے گئے تھے؟

بہر حال آئیے ہم بتاتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

اصول مناظرہ میں فریق مخالف پر اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے دو طریقے بتائے گئے ہیں، ایک "برہانی" جسے "تحقیقی" بھی کہا جاتا ہے، اور دوسرا "جدلی" جسے "الزام علی الخصم" یا "الزامی جواب" بھی کہا جاتا ہے، اس دوسرے طریقے میں ایسے مسلّمات سے استدلال یا فریق مخالف کا رد کیا جاتا ہے جو اسے بھی تسلیم ہوں۔

اب یہاں اوکاڑوی صاحب نے جن روایات سے اپنے دعوے کے حق میں استدلال کیا، کیا وہ روایات ان کے فریق مخالف کے ہاں "مسلمہ" تھیں؟ اور کیا فریق مخالف نے ان روایات کو یا ان جیسی روایات کو صحیح تسلیم کیا تھا؟ یا ان روایات سے اس نے اوکاڑوی صاحب کے سامنے کسی بات پر استدلال کیا تھا؟ ہر گز نہیں، تو پھر یہ الزامی جواب کیسے ہوا؟

دراصل واقعہ یہ ہے کہ مولانا امین صفدر اکاڑوی صاحب نے نہ صرف اپنے " کھلے خط بنام ابوریحان عبدالغفور" میں اپنے دعوے پر ایسی روایات سے استدلال کیا ہے، بلکہ اپنے اس خط سے پہلے انہوں نے "الخیر، ملتان" میں چھپنے والے مضمون اور پھر مولوی ضیاء الرحمن صدیقی نیز مہتمم جامعہ یوسفیہ، ہنگو کوہاٹ کے نام اپنے خطوط میں بھی ایسی ہی رطب و یابس، غیر مستند اور ناقابل اعتماد تاریخی روایات سے استدلال کیے ہیں (ہم نے ان سب روایات کی فہرست بنا رکھی ہے) اور ایسی روایات سے استدلال کو درست ثابت کرنے کے لئے انہوں نے لکھا تھا کہ:

" زندہ قومیں اپنی تاریخ کا انکار نہیں کیا کرتیں، یہ منکرین کی ایک گہری سازش ہے، انہوں نے پہلے براہ راست سنت کا انکار کرانا چاہا، لیکن جمہور اہل اسلام ان کے قبضہ میں نہ آئے، اس لئے انہوں نے ایک قدم پیچھے ہٹا

لیا کہ پہلے تاریخ کا انکار کراؤ".

(کھلا خط بنام" مولوی ضیاء الرحمن"، تجلیات صفدر، جلد 1 صفحہ 551)

تو مولانا ابو ریحان عبد الغفور سیالکوٹی رحمہ اللہ نے تو اپنے خط میں اوکاڑوی صاحب کے انہی استدلالات پر" الزامی سوالات" اٹھائے تھے، مثال کے طور پر انہوں نے اوکاڑوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے ان پر یہ تعریض کی تھی کہ :

"جس تاریخ کا آپ کے بقول زندہ قومیں انکار نہیں کیا کرتیں اور جس کا انکار آپ کے نزدیک حدیث کے انکار کا پیش خیمہ ہے، وہی تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ ان کی رعایا تک بھی یزید کی ان بے حیائیوں سے واقف تھی، حتیٰ کہ بعض نے ولیعہدی کے موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی بے حیائیوں کی طرف توجہ دلا کر اس اقدام سے باز رہنے کا اشارہ تک بھی کیا تھا، نیز تاریخ ہی یہ تک بتاتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلکہ ان کی رعایا تک کے بعض ذمہ دار افراد نے بھی اس سلسلہ میں یزید کی فہمائش کی تھی (ملاحظہ ہو :البدایہ، ج 8 ص 80 وص 228 / تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی، ج 3 ص 21).

(مکتوب مولانا ابو ریحان سیالکوٹی بنام مولانا امین اوکاڑوی، شائع شدہ ماہنامہ نقیب ختم نبوت، ملتان، فروری 1996ء، صفحہ 36 و 37)

تو دیکھا آپ نے؟ الزام تو اوکاڑوی صاحب کو دیا جا رہا ہے جنہوں نے یہ لکھا تھا کہ تاریخی روایات کا انکار کرنا تو گویا حدیث کے انکار کا پیش خیمہ ہے، تو یوں اوکاڑوی صاحب پر الزام قائم کرتے ہوئے مولانا ابو ریحان عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا کہ آپ جس

تاریخ کو لئے پھرتے ہیں اس تاریخ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کی ان غلط حرکتوں کا علم ہو چکا تھا، لیکن آفرین ہے کہ تاریخ میں لکھی ان باتوں کا رد کرنے کے بجائے، اوکاڑوی صاحب نے خود یہ کام کیا کہ وہی مردود و غیر مستند روایات اپنے جوابی خط میں بطور استدلال نقل کر دیں جن سے وہی بات ثابت ہوتی ہے جس کا الزام انہیں دیا جا رہا تھا، اور ان کے "نادان" وکلائے دفاع بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اسے مولانا اوکاڑوی کی طرف سے "الزامی جواب" کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش میں ہیں.

اسی خط میں مولانا ابو ریحان عبد الغفور نے یہ الفاظ بھی لکھے تھے کہ :

"جس تاریخ کے انکار کو آپ حدیث کا انکار اور منکرین حدیث کی گہری سازش کہتے ہیں (مکتوب صفدر بنام ضیاء الرحمن صدیقی صفحہ 2) اسی تاریخ میں یزید کے بارے میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ.... الخ".

(نقیب ختم نبوت، جنوری 1996ء، صفحہ 51)

ایک جگہ لکھا:

"اب ذرا چند حوالے اپنی اس مقدس تاریخ کے بھی سُن لیجیے جس کا انکار آپ کے نزدیک حدیث کے انکار کا پیش خیمہ ہے..."

(نقیب ختم نبوت، مارچ 1996ء، صفحہ 39)

نیز مولانا اوکاڑوی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا :

"یزید کے حق میں ذرا سی کوئی بات کرے تو آپ سندیں اور ثبوت مانگنے لگ جاتے ہیں اس پر اتنے بڑے بڑے الزامات لگانے کے لئے بھی کوئی سند اور دلیل و ثبوت ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے اور یقیناً ضروری ہے تو بسم اللہ، یزید کی شراب نوشیوں، امہات الاولاد حتیٰ کہ بیٹیوں،

بہنوں تک سے زنا کاریوں، نمازوں کی بربادیوں اور باجوں طبلوں کے ساتھ گانے والیوں کے جھرمٹ میں رہنے جیسی اس کی رنگ رلیوں کی کوئی قابلِ اعتماد سند اور کوئی ایسا ثبوت پیش کریں جو الزام وثبوت کے شرعی ضابطوں میں قابل قبول ٹھہرتا ہو..."

(نقیب ختم نبوت، فروری 1996ء، صفحہ 39)

مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نے مہتمم جامعہ یوسفیہ کے نام اپنے "کھلے خط" میں ان کی طرف سے پیش کیے گئے حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے بارے میں لکھا تھا کہ "یہ قول بے سند ہے"، تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی نے مولانا کو اوکاڑوی کو یوں لکھا :

"رہی بات اس قول کے بے سند ہونے کی؟ تو یہ بات آپ کی بجا ہے، لیکن آپ نے شراب نوشیوں، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں تک سے زنا کاریوں اور بندر بازیوں، رنڈی بازیوں کے جو شرمناک الزامات اس پر لگائے ہیں اور بار باران کو دہرایا ہے ان کی بھی تو قابل اعتماد سند کوئی ماں کا لال پیش کرے؟ یہ الزامات بھی تو کسی قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں".

(نقیب ختم نبوت، فروری 1996ء، صفحہ 41)

تو حقیقت یہ ہے کہ الزام تو اس خط میں اوکاڑوی صاحب کو دیے گئے تھے جس کا جواب اوکاڑوی صاحب نے دینا تھا، کیونکہ انہوں نے اپنے سابقہ مضمون وخطوط میں تاریخ کی رطب ویابس روایات سے استدلال کیے تھے اور ان کے انہی استدلالات پر مولانا ابوریحان سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں خط لکھا تھا جس میں ان سے الزامی سوالات کیے تھے، جو خط اوکاڑوی صاحب اور تجلیات صفدر کے ناشرین نے جان بوجھ کر نقل نہیں کیا.

لہٰذا یہ سفید جھوٹ بولا جاتا ہے کہ مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی نے مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کو جو خط لکھا تھا اس میں یزید کے حق یا دفاع میں "ضعیف تاریخی روایات" سے استدلال کیا تھا جس کے "الزامی جواب" کے طور پر مولانا اوکاڑوی نے اپنے جوابی "کھلے خط" میں زیر بحث موضوع و مردود روایات نقل کیں، ہم نے مولانا ابوریحان سیالکوٹی کی طرف سے مولانا اوکاڑوی کو لکھا گیا مکمل خط اپنی کتاب "الرد المحکم المتین علی الدر الثمین في دفاع مولانا محمد امین" میں نقل بھی کر دیا ہے تاکہ قارئین خود پڑھ لیں کہ مولانا سیالکوٹی نے یزید کے دفاع میں کون سی تاریخی روایات پیش کی تھیں جن کے الزامی جواب کے طور پر مولانا اوکاڑوی نے طعن صحابہ پر مشتمل ان موضوع و مردود روایات سے استدلال کیا، نیز وہ یہ فیصلہ بھی کر سکیں کہ اوکاڑوی صاحب اس خط میں اٹھائے گئے سوالات کا جواب دینے میں کس حد تک کامیاب ہوئے تھے؟

اس لئے حقیقت یہ ہے کہ اوکاڑوی صاحب اپنے "کھلے خط" میں اپنے مدمقابل کی کسی دلیل کا کوئی الزامی جواب نہیں دے رہے بلکہ اپنے مقدمے اور دعوے کے دلائل دے رہے ہیں، اور ان کے سابقہ وکلائے دفاع کی یہ بات درست ہے کہ وہ یزید کو شرابی، زانی اور فاسق و فاجر ثابت کرنے کے لئے دلیل کے طور پر ان روایات سے استدلال کر رہے ہیں جن میں ایک "محمد بن زکریا الغلابی" والی "موضوع، مردود اور منقطع السند" روایت بھی ہے، لیکن اوکاڑوی صاحب پر اس وقت اتنا غصہ سوار تھا کہ وہ یہ بھول گئے کہ جو روایات وہ اپنی دلیل میں پیش کر کے یزید کی ایسی تیسی کر رہے ہیں، انہی روایات سے حضرت معاویہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ اور دوسرے وہ تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) بھی زیر بحث آجائیں گے اور یہ ثابت ہوگا کہ انہوں نے یزید کی شراب نوشی اور دوسری فاسقانہ حرکتوں کا علم ہوتے ہوئے اس کی ولی عہدی کی تجویز سے اتفاق کیا، اسے ولی عہد

بنایا اور پھر اس کی بیعت کی.

پھر کیا اپنے اس خط میں خود مولانا اوکاڑوی نے کہیں اپنے مکتوب الیہ کو یہ لکھا ہے کہ:

" آپ نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے فلاں وفلاں ضعیف اور کمزور تاریخی روایات سے استدلال کیا ہے، تو ایسی روایات تو یہ بھی ہیں جو میں نقل کرر ہا ہوں، کیا آپ ان کو بھی مانتے ہیں؟"

ہر گز نہیں، بلکہ یہ جو بار بار ایک مغالطہ دیا جاتا ہے کہ :

" مولانا اوکاڑوی کی عبارات کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا گیا"

اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں، یہ عبارات تجلیات صفدر میں شامل ایک خط کی ہے، کسی خاص موضوع پر لکھی گئی کتاب کا حصہ نہیں کہ اس کے لئے پوری کتاب کے سیاق وسباق کو دیکھا جائے (یاد رہے!" تجلیات صفدر" کسی خاص موضوع پر لکھی ہوئی کتاب نہیں، بلکہ متفرق مضامین ورسائل کا مجموعہ ہے)، تو ان روایات کے سیاق وسباق کو دیکھنے کے لئے اسی خط کو پڑھا جائے گا، اور جب یہ پڑھا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ مولانا اوکاڑوی نے یہ زیر بحث روایات اپنی طرف سے یزید کا تعارف کرواتے ہوئے اور اسے شرابی وغیرہ ثابت کرنے کے لئے بطور استدلال ہی لکھی ہیں، نہ تو انہوں نے کہیں" الزامی جواب" والے شوشے کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی انہوں نے اپنے خط میں اپنے مکتوب الیہ کو یہ لکھا ہے کہ" چونکہ آپ نے فلاں فلاں ضعیف اور کمزور روایت سے استدلال کیا ہے تو میں بھی بطور الزامی جواب ایسی ہی روایات پیش کرتا ہوں".

پھر" الزامی جواب" کا شوشہ چھوڑنے والے یہ بتائیں کہ الزامی جواب دیتے ہوئے کسی صحابی کی تنقیص کرنا آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ آج اگر آپ کا کوئی مخالف

فریق مثلاً روافض کو الزامی جواب دیتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بطور الزام کچھ ایسا ویسا کہہ یا لکھ دے تو آپ اس کے خلاف فتوے دیتے ہیں یا نہیں؟ آج علماء اسلام مرزا قادیانی ملعون پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کی توہین و تنقیص کی ہے، جبکہ قادیانی جواب میں کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے رد میں بطور الزامی جواب ایسے الفاظ لکھے ہیں اور اس فرضی عیسیٰ کے بارے میں لکھے ہیں جسے عیسائی خدا کہتے ہیں، تو کیا قادیانیوں کی یہ منطق تسلیم کر لی جائے گی؟

ایک اہم وضاحت

یہاں ہم ایک بات صریح اور دوٹوک انداز میں لکھنا چاہتے ہیں کہ ہمیں مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی کے عقیدے یا نظریہ سے کچھ لینا دینا نہیں، ہم ہرگز اس پر کوئی فتویٰ نہیں دے رہے ہیں کہ ان کا عقیدہ حضرت معاویہ ﷛ یا کسی اور صحابی کے بارے میں درست تھا یا نہیں تھا، ہم تو ان کی عبارات اور ان کی مستدلہ روایات پر ہی بات کر رہے ہیں اور علماء نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ" نحکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر "، البتہ ہم ان تنقیص صحابہ پر مشتمل ناقابل استدلال روایات سے استدلال کرنے کو مولانا اوکاڑوی کا تسامح اور غلطی سمجھتے ہیں اور یقیناً وہ معصوم عن الخطا والتسامح نہیں تھے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ مولانا اوکاڑوی مرحوم کی مستدلہ ان روایات کو ان کا تسامح اور غلطی ماننے کے بجائے ان کے اس عمل کو" الزامی جواب" قرار دینا بھی تلبیس اور کتمان حق ہے، اگر تو مولانا الیاس گھمن صاحب نے یہ بات لاعلمی میں لکھ دی ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ ہماری اوپر لکھی گئی گزارشات پر غور فرمائیں، یا خود اس خط کو مکمل پڑھیں جس کے

جوابی" کھلے خط" میں مولانا اوکاڑوی نے ہماری زیر بحث روایات سے استدلال کیا ہے، اور پھر خود فیصلہ کریں کہ آیا ان کی یہ بات درست ہے کہ" مولانا اوکاڑوی نے یہ روایات بطور استدلال نقل کی ہے"؟

اور اگر آپ بھی اچھی طرح یہ جانتے تھے کہ یہ روایات بطور استدلال نقل کی گئی ہیں، نہ کہ بطور الزامی جواب، تو پھر آپ یہ سب لکھ کر تلبیس اور کتمان حق کے مرتکب ہوئے ہیں، اور آپ کے اس فتوے کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے اور انہوں نے آپ کے پروپیگنڈے کو درست سمجھ لیا، ظاہر ہے وہ بھی انسان ہیں، غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں، اگرچہ انہوں نے روایات کی تحقیق کے بارے میں اپنا سابقہ فتویٰ واپس نہیں لیا اور نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی کی ہے، لیکن مستفتی کے بارے میں غلط فہمی کا شکار وہ ضرور ہوئے ہیں اور اس کا سبب آپ کا یہ تلبیسات سے بھرپور فتویٰ بنا ہے۔

حافظ عُبید اللہ

اسلام آباد

30 جولائی 2024

نوٹ: اس مضمون کی ایک کاپی مہتمم دارالعلوم دیوبند کو بھیجی گئی۔